هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیر انوالہ دروازہ لاہور
۳ ستمبر ۱۹۸۲ء
ڈیڑھ روپیہ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ رواہ مُسلم۔

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کئی پراگندہ بالوں والے غبار آلود بدن والے دروازوں سے (غربت اور حقارت کے باعث) دھکیلے ہوئے اگر ایسا شخص اللہ تعالےٰ کے متعلق قسم کھالے تو اللہ (تعالےٰ) اس کی قسم کو سچا کر دے۔

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ فَکَانَ عَامَّۃُ مَنْ دَخَلَھَا الْمَسَاکِیْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَیْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَبِھِمْ اِلَی النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰی بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّۃُ مَنْ دَخَلَھَا النِّسَآءُ۔ متفق علیہ۔

اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں بہشت کے دروازے پر کھڑا ہوا زیادہ تر جو لوگ اس میں داخل ہوئے وہ مساکین تھے اور دولتمند (بہشتیوں) کو بالفعل روک دیا گیا تھا۔ البتہ دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کرنے کا حکم عام ہو چکا تھا۔ اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو زیادہ تر اس میں عورتیں جاتی دیکھیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِطَّلَعْتُ فِی الْجَنَّۃِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا الْفُقَرَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِی النَّارِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا النِّسَآءَ (متفق علیہ)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بہشت میں جھانک کر دیکھا تو زیادہ تر اس میں مسکینوں کو پایا اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا اس میں زیادہ تر میں نے عورتیں دیکھیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُھَاجِرِیْنَ یَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِیَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَی الْجَنَّۃِ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا۔ (رواہ مسلم)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہاجرین کے فقراء اغنیاء سے قیامت کے دن چالیس سال بہشت میں پہلے جائیں گے۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا ھُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰی رِمَالِ حَصِیْرٍ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِہٖ مُتَّکِئًا عَلٰی

(باقی ۶ پر)

عدالتی نظام

لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے سربراہ جناب عابد حسن منٹو کی ایک پریس کانفرنس اخبارات کی زینت بن چکی ہے جس میں موصوف نے ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی، مارشل لاء کے خاتمے اور اعلیٰ عدالتوں کے اختیارات کی بحالی کے مطالبات کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذکر ہے کہ ۷ر اکتوبر کو لاہور میں منعقد ہونے والے وکلاء کے قومی کنونشن میں یہ مطالبہ بھی کیا جائے گا کہ "پاکستان کے عدالتی نظام میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے" اور مجموعی طور پر پورے معاشرتی ڈھانچے کو تبدیل کرنے کی کوشش بھی نہ کی جائے"۔

منٹو صاحب ایک قابل احترام وکیل ہیں۔ مختلف دوائر میں ان کی خدمات کا ہمیں اعتراف ہے۔ اور ہم ان کے ان مطالبات سے بہرطور متفق ہیں کہ ۱۹۷۳ء کا آئین بحال ہو، مارشل لاء کا خاتمہ ہو اور اعلیٰ عدالتیں آزادی سے کام کریں لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ موجودہ عدالتی نظام جوں کا توں رہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے اس سے ہم کسی صورت متفق نہیں —— اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ نظام ملک میں اسلام کے نظام عدل کی بنیاد نہیں بن سکتا اور اس سے زیادہ توقعات رکھنی بے سود ہیں —— منٹو صاحب اور ان کے رفقاء خوب جانتے ہیں کہ غلامی اور آزادی کے تقاضے ہوتے ہیں لیکن چونکہ ہم لوگ اب تک آزادی کے تقاضے پورے نہیں کر سکے۔ اس لئے زندگی کے کسی دائرہ میں ہمیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو سکی۔ تقسیم ملک کے بعد سے اب تک دستور و آئین کے مسئلہ میں ہم نے کوئی سنجیدہ کوشش نہ کی اور ۱۹۷۳ء میں بعد از خرابی بسیار تمام طبقوں کے اتفاق سے جو دستور بنا اس پر اس کے بنانے والوں نے ہی عمل نہیں کیا چہ جائیکہ بعد والوں سے کوئی

گلہ کیا جائے؟ پھر یہ بات بھی واضح ہے کہ پہلی دستوریہ کو توڑنے کی جو جسارت ملک غلام محمد نے کی اس کو جواز کی سند جسٹس منیر صاحب نے بخشی۔ جس کے نتیجہ میں ملک میں افراتفری پھیلی حتیٰ کہ ۵۸ء میں ملک پوری طرح مارشل لار کی گرفت میں آ گیا ——— ۵۳ء کے جزوی مارشل لاء کے علاوہ تین بار ملک مارشل لار کا شکار ہو چکا ہے۔ بلکہ آج کے "مدعیان حقوق" کے قائد جناب بھٹو نے "عوامی مارشل لار ایڈمنسٹریٹر" کی حیثیت سے ملک کو تلخ کام کیا۔ لیکن کسی سٹیج پہ بھی ہمیں اس عدالتی ڈھانچہ سے مژدۂ جانفزا نہ ملا بلکہ آج جو کچھ ہے اس پر بھی "نظریہ ضرورت" کی مہر ثبت ہے ——— رہ گیا مسئلہ شرعی احکامات' کے نفاذ و اجرار کا تو اس سلسلہ کی آج کی سب سے بڑی اتھارٹی وفاقی شرعی کورٹ ہے وہ عورتوں کو مجسٹریٹ بنانے اور شادی بیاہ میں ہونے والے ناچ گانے کے جواز میں جو فیصلے دے چکی ہے اس پہ کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ پھر اس عدالت کے جتنے کچھ اختیارات ہیں وہ بھی معلوم ہیں؟ ایسے میں کون تسلیم کرے کہ موجودہ عدالتی نظام اور ڈھانچہ

حرف آخر ہے ——— منٹو صاحب نے ایک سوال کے جواب میں قاضی کورٹس آرڈی ننس کے مسودہ کو مسترد کرنے کا بھی اپنی بار کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ اس کی تہہ میں جو جذبہ کارفرما ہے وہ واضح ہے۔ اگر صحیح معنوں میں اسلامی عدالتی نظام کا ڈھانچہ موجود ہوتا تو عدالتوں میں مقدمات کی بھرمار نہ ہوتی ——— ایک ایک مقدمہ پر سالہا سال کا وقت خرچ نہ ہوتا، ملک میں جرائم نہ ہوتے۔ اور "پڑھے لکھے لوگ" اپنے مؤکلین کو "پڑھا کر اور سمجھا کر" عدالتوں میں نہ جاتے ——— ہم جہاں حکومت کو توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے اور ہر بات کو وعدہ فردا پر نہ ٹالے وہاں وکلار سے درخواست کریں گے کہ ہمارے ایک دوست کے بقول "طبقاتی وقار" کے چکر سے نکل کر امت مسلمہ کے مجموعی مفاد میں سوچیں اور وسیع تر بنیادوں پر صحیح اسلامی نظامِ عدل بشمول عدالتی نظام کے لئے سرگرم عمل ہوں۔

جنوبی افریقہ کا مقدمہ

جنوبی افریقہ میں قادیانیوں کی طرف سے ایک مقدمہ کا آج کل بہت ذکر ہے مشہور قادیانی چوہدری ظفر اللہ صاحب کے متعلق افواہ عام ہے کہ وہ اپنی جماعت کی نمائندگی کرنے والے ہیں۔ (واللہ اعلم) ——— ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دور کے اٹارنی جنرل مسٹر یحییٰ بختیار کو جواباً پیش کرنے کی کوشش ایک حلقہ کی طرف سے ہو رہی ہے جبکہ کچھ حضرات سرکار سے کہہ رہے ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں سند و اتھارٹی علمار و وکلار کا پینل بھیجے۔ حکومت ایسا کرے تو اچھی بات ہے لیکن جو جماعتیں اور ادارے مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں مصروف عمل ہیں اور قوم ان سے اس عنوان پر ہر طرح تعاون کرتی ہے، وہ خود کیوں وہاں جانے اور وکلار کو لے جانے کی زحمت نہیں کرتے؟ ہر مسئلہ میں حکومت یہ کرے وہ کرے ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ آپ خود آگے بڑھیں۔ آپ کی جماعتیں اور ادارے عوام کے مالی تعاون سے چلتے ہیں۔ اس عنوان پر بھی عوام آپ کی خدمت کریں گے۔ رہ گیا یہ مسئلہ کہ حکومت جانے نہ دے یا رکاوٹ پیدا کرے تو پھر آپ حکومت کی خبر لینے کے مستحق ہوں گے

اس عنوان کے ساتھ مخصوص جماعتوں اور اداروں کے ذمہ دار بزرگوں کے ساتھ ساتھ ہم ان افراد سے بھی گذارش کریں گے جو ان غریب ممالک میں تبلیغ کے نام پر جاتے ہیں لوگوں سے نذرانے وصول کرتے انہیں فرقہ واریت میں الجھا دیتے ہیں کہ آپ بھی "فرض تبلیغ" حسبۃً للہ ادا کرنے کی

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب: سلیم

کام نہ کہ چام

جانشینِ شیخ التفسیر پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم،

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:—

رمضان المبارک کے مہینے کے بعد مسلمان حج کی تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ کے حکم سے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان خانہ کعبہ میں حاضری دیتے ہیں۔ دن رات ہزاروں بیت اللہ کے طواف میں مصروف رہتے ہیں۔ بار بار کئی کئی چکر لگاتے ہیں۔ یہ صرف اللہ کے گھر کی شان ہے کہ وہاں بار بار چکر لگانے سے دل نہیں بھرتا۔ صحیح مومن اور مسلمان کو اپنا کاروبار، رشتے دار اور گھربار سب کچھ بھول جاتا ہے۔ وہ اللہ کی یاد اور عبادت سے اتنا لطف اندوز ہوتا ہے کہ اس کا واپس آنے کو دل نہیں چاہتا۔ حج سے واپس آنے کے بعد بار بار پھر جانے کو دل چاہتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مومن کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔ یعنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے کاروبار میں مصروف رہتے ہوئے بھلا اس کا دھیان مسجد کی طرف لگا رہتا ہے۔ قرآن اور اسلام میں میلوں ٹھیلوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں لاکھوں مسلمان حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں وہاں وہ صرف اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی جوان بیوی اور بچے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وادی غیر ذی زرع میں تنہا چھوڑ دیا۔ دُور دور کہیں پانی کا نشان نہ تھا۔ حضرت ہاجرہ اپنے بچے کے لئے پانی کی تلاش میں صفا مروہ کی پہاڑیوں پر بے تابی اور بے چینی سے چڑھتی تھیں۔ انہوں نے درمیانی نشیبی حصہ دوڑ کر طے کیا تاکہ بچے پر نظر رہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا دوڑنا پسند آگیا اور ہر مسلمان پر صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا ضروری قرار دے دیا۔ اللہ کے فضل سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاؤں کی ایڑیاں رگڑنے والی جگہ سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت ہاجرہ نے پانی دیکھ کر فرمایا "زمزم! ٹھہر جا" اور یہی پانی انسانوں کے لئے آبِ حیات بن گیا۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

والعصر، ان الانسان لفی خسر، الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

"زمانہ کی قسم ہے، بیشک انسان گھاٹے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی آپس میں وصیت کرتے رہے۔"

کامیابی و کامرانی اسی صورت میں ممکن ہے جب ہمارا

ایمان کامل ہو، ہم نماز پڑھ کر دکھائیں، روزہ رکھ کر دکھائیں زکوٰۃ دے کر دکھائیں، حج کر کے دکھائیں، اللہ پر بھروسہ کریں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج ہم میں یہ چیزیں مفقود ہیں۔ جہاد کا جذبہ نہیں۔ قرآن کی تعلیم کو ہم نے بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اسی وجہ سے کروڑوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود ہم ذلیل ہو رہے ہیں۔ خدا کی لعنتی قوم یہودی آج مسلمانوں کے لئے وبال جان بنی ہوئی ہے۔

دنیا کے امتحان میں پرچہ عین وقت پر دیا جاتا ہے اور پتہ نہیں ہوتا کہ کون سے سوالات پوچھے جائیں گے مگر آخرت کے امتحان کا پرچہ اللہ کے پیغمبرؐ نے وقت سے پہلے بتا دیا ہے۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اُن کے فرمان کے مطابق امتحان کی تیاری کریں، اللہ کی ذات پر بھروسہ کریں کیونکہ نفع و نقصان، موت و حیات اللہ کے قبضہ میں ہے۔ رمضان کے روزے رکھیں۔ پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے ادا کریں، بچوں کو، گھروالوں کو نماز کا عادی بنائیں۔ تقویٰ اختیار کریں۔ جس طرح کانٹوں والی جھاڑی میں سے گزرتے وقت کپڑوں کو سمیٹ کر احتیاط سے گزرتے ہیں۔ اسی طرح معصیت سے، گناہ سے اور ہر قسم کی بدکاری سے بچ بچا کر گزرنا تقویٰ ہے ـــــ آج شریعت پر چلنا پل صراط پر چلنے سے کم نہیں ہے۔

ایمان کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ ہم ہمہ وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں، نماز کی پابندی کریں، اللہ کو کام پیارا ہے چام پیارا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عقل دی ہے، صحت دی ہے، حسن دیا ہے، دولت دی ہے۔ اس کو اللہ کی راہ میں لگائیں اللہ کے آگے جھکیں۔ حدیث میں ہے کہ جو دنیا میں سجدہ نہیں کرتا وہ آخرت میں اللہ کے آگے سجدہ نہیں کر سکے گا۔ جس کو دنیا میں جھکنے کی عادت نہیں ہے وہ وہاں بھی نہیں جھک سکے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کثرت سے اللہ کی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ جو نمازی نہیں ہیں اُن کو نمازی بنائیے، ہمارے ذکر کو قبول فرمائے۔ آمین!

بقیہ: احادیث الرسولؐ

وَسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ اَوَفِيْ هٰذَا اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ (متفق علیہ)

عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں آپؐ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہیں ہے۔ چٹائی نے آپؐ کے پہلو پر نشان ڈال دئے تھے۔ درآنحالیکہ آپؐ چمڑے کا ایک تکیہ سرہانے رکھنے والے تھے۔ جس کا بھراؤ پوست خرما سے تھا میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! خدا سے دعا فرمائیے کہ آپؐ کی امت پر رزق کی کشادگی کر دے پس تحقیق فارس اور روم پر کشادگی کی گئی ہے۔ حالانکہ وہ خدا کی بندگی بھی نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابن الخطاب! تو ابھی تک اسی بات میں پڑا ہوا ہے وہ تو وہ لوگ ہیں جنہیں نیکیوں کا بدلہ جلدی دنیا ہی میں دے دیا گیا ہے ـــــ اور ایک روایت میں ہے کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے

خطبہ جمعہ — ضبط و ترتیب: علوی

مصیبت زدوں کا چارہ گر ◎ صرف اللہ تعالیٰ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ:۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ صدق اللہ العلی العظیم (النمل ٦٢)

بزرگانِ محترم، برادران عزیز!

حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کا ترجمہ قرآن مجید اور مختصر حواشی اپنی نوعیت کا عظیم الشان کارنامہ ہے اس ترجمہ کو ہر مکتب فکر کے جید علماء کرام نے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا اور اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔ وہ آراء ہفت روزہ خدام الدین کے حضرت لاہوری نمبر میں شامل ہیں ـــــ اس ترجمہ کا جو عکسی ایڈیشن شائع ہوا اس کی فہرست مضامین بھی شامل ہے۔ جس کے ذریعہ قرآن عزیز کا ایک طالب علم بڑی آسانی سے مختلف عنوانات پر قرآنی آیات سے واقف ہو سکتا ہے۔ "ابواب التوحید" میں ایک عنوان ہے:۔

"اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی بے قراری کو دیکھ کر اس کی دعا قبول فرماتا ہے"۔

اس ضمن میں حضرت والا نے تین مقامات سے تین آیات کے حوالے دئے ہیں یعنی سورۃ بقرہ کی آیت ١٨٦، سورۃ نحل کی آیت ٦٢ (جس کی ابتدا میں تلاوت ہوئی) اور سورۃ زمر کی آیت ٤٩۔

تینوں آیات

سورۃ نحل کی مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ ہے:۔

"بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے اور برائی کو دور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں نائب بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ تم بہت ہی کم سمجھتے ہو"

حضرت اقدس اس آیت کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

"کیا مضطر (بے قرار) کے کام آنے والا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے؟ تمہیں پہلے لوگوں کا جانشین بنانے والا کوئی اور ہے؟ ہے تو کوئی نہیں لیکن تم بہت ہی کم نصیحت پاؤ گے، اور شرک نہ چھوڑو گے (ص ٦٠٩)

البقرہ کی آیت ١٨٦ کا ترجمہ ہے:۔

"اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، پھر چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔"

حضرت لاہوریؒ حواشی میں فرماتے ہیں :-

"اب دوسرا کام شروع ہوتا ہے یعنی روح تعلیم (پہلی چیز (پہلی چیز مذہبی تعلیم کا پھیلانا ہے (حضرت لاہوریؒ حواشی ص۴۲) عملی طور پر مذہبی پابندی کے لئے دعا نہایت عمدہ ذریعہ ہے۔ آپ نے (حضرت نبی کریم علیہ السلام) فرمایا۔ الدعاء مخّ العبادة۔ (دعا عبادت کا مغز ہے) اس کے آزمانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو اعلیٰ سے اعلیٰ قبولیت دعا کے وقت ہیں ان میں دعا کے تمام شرائط کو پورا کرکے دعا کرو۔ اگر اکثر اچھا نتیجہ نکلا تو سمجھ لینا کہ دعا بھی کوئی چیز ہے۔ قبولیت دعا کے اعلیٰ اوقات اور شرائط دعا موجود نہ ہوں تو مطلوبہ نتیجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ اگر ہم کسی کو گندم کے اگنے کا تجربہ کرانا چاہیں گے تو یہ تجربہ فصل گندم کی کاشت کے اوقات ہی میں دکھایا جا سکے گا۔" (ص۴۴)

گویا ہر کام کے لئے شرائط ہوتی ہیں، اوقات ہوتے ہیں، گو کہ دعا ہر وقت مانگی جا سکتی ہے۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام کے بقول بعض اوقات بڑے خاص ہوتے ہیں۔ مثلاً رات کا آخری پہر، جمعہ کے دن کی ایک گھڑی، افطاری کا وقت، مصیبت و پریشانی کا وقت وغیرہ۔ رہ گیا مسئلہ شرائط کا تو یاد رکھیں، جب تک کھانا پینا پہننا حلال کا نہیں ہو گا اس وقت تک دعا قبول نہیں ہو گی۔ یہ اہم ترین شرط ہے۔ جس کا ذکر احادیث میں ہے۔

انسانی فطرت کی کمزوری

سورہ زمر کی آیت اور اور بعض دوسرے مقامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسانی فطرت کی کمزوری ہے کہ وہ عام حالات میں اور بالخصوص خوشی و مسرت اور خوشحالی و فارغ البالی کے اوقات میں

اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتا۔ الّا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالےٰ کے ایسے مخلص بندے بھی ہیں جو ہر وقت اسی کی طرف نظر رکھتے ہیں ــــ لیکن بڑے بڑے خدا ناآشنا، باغی فطرت اور دشمنان خدا اور رسول، ان پر جب مصیبت پڑتی ہے تو انہیں سب کچھ بھول جاتا ہے۔ جھوٹے معبود اور دنیوی وسائل سب سے نظر ہٹ کر خدا کی طرف نگاہ اٹھتی ہے لیکن جونہی پروردگار عالم اپنی رحمت خاصہ کے صدقہ نظر التفات فرماتے اور اس مصیبت سے چھٹکارا عنایت فرماتے ہیں تو پھر وہی شب و روز، وہی کفر و شرک، وہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، وہی فسق و فجور۔ یہ مضمون اللہ رب العزت نے قرآن عزیز میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ تقاضائے بندگی نہیں ہے بندگی کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان کی نظر ہمیشہ اپنے سچے معبود پر رہے۔ ہندوستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے بڑی عجیب بات کہی ہے

ظفرؔ آدمی اس کو نہ جانئے گا
ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی
جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

لیکن ہے یہ انسانی فطرت کی کمزوری، وہ بالعموم عیش و خوشحالی کے دَور میں اللہ تعالےٰ سے دُور دُور رہتا ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ مطالعہ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ عیش و آرام کی زندگی گذارنے والے لوگوں کی اللہ تعالےٰ سے دور اور غافل رہی کیونکہ ان کی نظر اپنی دنیوی وجاہت، خوشحالی اور اسباب دنیا

پر ہوتی ہے حالانکہ یہ چیزیں آنی فانی ہیں اور مطالعہ تاریخ بتلاتا ہے کہ بڑی بڑی قومیں اور تہذیبیں مٹ گئیں۔ سورۂ روم میں اللہ تعالےٰ نے گم کردہ راہ لوگوں کو مخاطب کرکے کہا :-

"کیا انہوں نے ملک میں
پھر کر نہیں دیکھا کہ ان
سے پہلوں کا کیسا انجام
ہوا ؟ وہ ان سے بھی
بڑھ کر قوت والے تھے
اور انہوں نے زمین کے
(چپہ چپہ) کو جوتا تھا اور
ان سے بہت زیادہ آباد
کیا تھا.... (آیت ۹)

لیکن یہ زمین کی آبادی اور قوت و شوکت کس کام کی ؟

اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ انسان خدا کا بندہ بن کر وقت گذارے اور اسے رشک ملائکہ موت نصیب ہو، قبر و حشر کی منزل آسان ہو لیکن اگر انسان چندروزہ عیش دنیا میں پڑ کر اس سے دُور ہو جائے تو ممکن ہے کہ اس کی یہ زندگی اچھے حالوں میں گذر جائے ــــ جس کا ہمارے یہاں عام طور پر مفہوم کار، کوٹھی اور ظاہری کرّ و فرّ سے لیا جاتا ہے ــــ لیکن فی الحقیقت یہ اچھے حال نہیں۔ اچھے حال سے مراد ہے دل کا سکون اور اطمینان اور اس کا انحصار ایمان و عمل صالح پر ہے۔ عقیدہ درست ہو، اعمال سنتِ رسولؐ کے مطابق ہوں، نظر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اوقات عزیز اس کی یاد میں بسر ہوں تب اطمینان نصیب ہوتا ہے اور جب اطمینان نصیب ہو جاتا ہے تو پھر پھٹے پرانے کپڑوں اور جھونپڑی میں بھی انسان ایک طرح کی لذت و سرور محسوس کرتا ہے ــــ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی بات تو فرمائی تھی :-

"کہ ہم ایک ایسی قوم ہیں
جن کی عزت و سرفرازی کا
راز اسلام میں ہے"

اسلام ہے تو سب ٹھیک ورنہ پھر انسان مٹی کا ڈھیر ہوتا ہے ــــ اور ان آیات کی روشنی میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ اضطراب و بے چینی کا ماحول انسان کے حق میں اس لئے اکسیر ہوتا ہے کہ اس کی نظر خدا پر رہتی ہے۔

بہرحال خدا سے حفظ و امان اور امن و عافیت کی درخواست کرنی چاہئے اور فی السراء والضراء یعنی اچھے اور بُرے ہر حال میں اس کی مرضی پر قانع اور مطمئن رہ کر اس کی یاد میں مشغول رہنا چاہئے کہ اسی میں ایک انسان کی کامیابی ہے اور جس طرح مصائب میں بے ساختہ نظر اس کی طرف اٹھتی ہے اسی طرح خوشحالی کے دَور میں بھی اسی پر نظر رہنی چاہئے ــــ ورنہ انسان خدا کا باغی کہلاتا ہے اور باغی کی سزا معلوم !

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عبادت و بندگی، اپنے دروازے کی غلامی اور اپنی ہی ذات پاک سے مانگنے کی توفیق دے۔

بقیہ : اک چراغ اور بجھا

مولانا عبدالقیوم مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم

اولاد اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ آپ کی تمام اولاد دینی لائن سے وابستہ ہے۔ آپ کے بیٹوں کے اسمار مندرجہ ذیل ہیں :

۱ : مولانا قاضی محمد ایوب صاحب فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲ : صاجزادہ محمد یوسف صاحب فاضل و متخصص اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ بی۔ اے پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

۳ : قاضی محمد یونس صاحب نعمانی، فاضل جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک حال خطیب واہ سیمنٹ ورکس و ناظم مدرسہ منبع العلوم۔

۴ : مولانا قاری محمد طیب صاحب فاضل جامعہ اشرفیہ و وفاق المدارس پاکستان حال متعلم مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ۔

۵ : محمد طاہر الاسد فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور۔

آپ کے تمام داماد بھی اہل علم ہیں اور دینی خدمات میں مصروف ہیں

غزل

ہر وفا داری کے بدلے ہیں جفا دیتے ہیں لوگ
جرمِ الفت کی بہت ہلکی سزا دیتے ہیں لوگ

آشیاں یوں عندلیبوں کے جلا دیتے ہیں لوگ
دامنِ غیبت سے پھولوں کو ہوا دیتے ہیں لوگ

ایک ہم ہیں، دل سے یادِ رفتگاں جاتی نہیں
ورنہ کتنے حادثے، اکثر بھلا دیتے ہیں لوگ

آستیں ہیں پل کے، پیتے ہیں لہو احباب کا
یہ کرشمے بھی نگاہوں کو دکھا دیتے ہیں لوگ

خوب کرتے ہیں مریضانِ محبت کا علاج
موت کے آغوش میں سب کو سلا دیتے ہیں لوگ

عمر بھر کا تجربہ ہے، زندگی بھر کا سبق
دوست بن کے دوستداروں کو دغا دیتے ہیں لوگ

دشمنی دل میں ہے، ہونٹوں پر فریب دوستی
بغض اور کینہ چھپا کر مسکرا دیتے ہیں لوگ

شہرِ غربت میں ہے یہ مہماں نوازی کا طریق
رہروؤں کی راہ میں کانٹے بچھا دیتے ہیں لوگ

عہدِ حاضر کے ہیں سارے لوگ شاید مسخرے
اب ہنساتے ہیں تو پل بھر میں رلا دیتے ہیں لوگ

اب کسی انسان کی پہچان ممکن ہی نہیں!
اب تو حیوانوں کو بھی انساں بنا دیتے ہیں لوگ

شیطنت کے تخت کو سجدہ بھی کرتے ہیں کبھی
آدمیت کو بھی سُولی پر چڑھا دیتے ہیں لوگ

جانتے ہیں یہ غریبوں کا خدا کوئی نہیں
اس لئے دھوکا بھی بنامِ خدا دیتے ہیں لوگ

اے دیانت! تو بھی اک لیلیٰ ہے اپنے دَور کی
جو تجھے چاہے، اسے مجنوں بنا دیتے ہیں لوگ

اہلِ زر کی انگلیوں پر رقص کرتے ہیں مگر
فاقہ کش پر کفر کے فتوے لگا دیتے ہیں لوگ

فاقہ کش چوری کرے تو ہاتھ اس کے کاٹ دیں
اہلِ زر کے سب گناہوں کو چھپا دیتے ہیں لوگ

ہر زمانے میں جنم لیتا ہے اک سقراط بھی
زہر کا پیالہ مگر اس کو پلا دیتے ہیں لوگ

تو کہاں ہے اے خدائے دیر گیر و سخت گیر!
طور سے خود لن ترانی کی صدا دیتے ہیں لوگ

گھومتا پھرتا ہوں میں آزاد! ہر بازار میں
دیکھتا رہتا ہوں کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں لوگ

○

قلم برداشتہ

۱۶ر مئی ۱۹۷۰ء ——— آزاد شیرازی مدیر تذکرہ لاہور

ثناء الحق صدیقی

غیر اسلامی سکّہ
منسُوب
خلیفہ عبدالملک بن مروان

روز نامہ جنگ میں ۱۶ جولائی ۱۹۸۲ء کو محمد امین سواتی صاحب نے جمعۃ الوداع کے موقع پر قوم مسلم کو ایک نادر تحفہ "اسلامی دَور کے ابتدائی سکّے" کے عنوان سے پیش کیا ہے اور اس کو ہمارے عظیم تہذیبی ورثے کی علامت قرار دیا ہے۔ اس میں بھی عظیم ترین ورثہ وہ سکّہ ہے جو عبدالملک بن مروان کے نام سے مضمون کے بالکل شروع میں نہایت نمایاں طور پر دیا گیا ہے۔ اس سکّے کے ایک رُخ پر بکٹیرین، ستھین یا پارتھیں فرمانرواؤں کے نمونے کی ایک تصویر سر سے پاؤں تک پورے شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ منقوش ہے جس کے دائیں جانب "بسم اللہ لاالہ الا اللہ و" اور بائیں طرف "حدہٗ محمد رسول اللہ" لکھا ہوُا دکھایا گیا ہے اور اس میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ اسم ذات اللہ کو اس فرمانروا کے بائیں پاؤں کے بالکل قریب رکھا گیا ہے۔ سِکہ کے دوسرے رُخ پر ایک عصا کی تصویر اور دینار ڈھلنے کا سنہ ہے۔

اس عظیم ورثہ کو پیش کرنے سے پہلے لائق مضمون نگار نے بطور تمہیدیہ بھی بتا دیا ہے کہ سِکّے کے متعلقہ دَور کی تہذیب وثقافت، مذہبی اعتقادات، سیاسی رجحانات، معاشی اور اقتصادی استحکام، معاشرتی اور تمدنی حالات کے علاوہ ملک کی جغرافیائی حدود کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

جو سنہ اس مبینہ پہلے اسلامی سکہ پر درج ہے یعنی ۷۴ھ وہ عہدِ صحابہ اور تابعین کا ایک سنہ ہے۔ اگرچہ اس وقت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد تھوڑی رہ گئی تھی پھر بھی کئی صحابہ اُس سنہ کے کئی سال بعد تک زندہ رہے۔ اِس سکہ سے ہمیں اُس دَور کے سیاسی رجحانات، معاشی اور اقتصادی استحکام اور ملک کے جغرافیائی حدود کا تو زیادہ اندازہ نہیں ہوتا البتہ صحابہؓ اور تابعین کے اس مبارک عہد کی تہذیب وثقافت، مذہبی اعتقادات اور معاشرتی اور تمدنی حالات کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے۔ ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ عہدِ رسالت اور دَور خلافتِ راشدہ گذرنے کے بعد بھی اُن میں (معاذ اللہ) جاہلیت کے کافی اثرات موجود تھے۔ مذہبی اعتقادات کا یہ حال تھا کہ تصویر کشی اور مجسمہ سازی کی ممانعت کے باوجود سکوں پر فرمانرواؤں کی تصویریں کندہ کرائی جاتی تھیں اور اسم ذات "اللہ" کو اُن کے قدموں کے برابر جگہ دی جاتی تھی۔ معاشرت اور تمدن سے عہدِ رسالت اور دورِ خلافت کی سادگی ختم ہو کر شاہانہ طمطراق آگیا تھا اور صحابہ اور تابعین اِن ساری باتوں سے پوری طرح راضی تھے۔ اسی لئے ان غیر شرعی باتوں کے خلاف کوئی شورش اور ہنگامہ برپا نہ کرتے تھے۔

اگر یہ سب نتائج جو اس سِکہ کو دیکھ کر ذہن میں آتے ہیں صحیح ہیں تو پھر اس کو عظیم تہذیبی ورثہ کہنا کس حد تک درست ہے۔ کیا اللہ کے نام کی توہین کرنے والی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف عمل کرنے والی اور دورِ جاہلیت کی تہذیب کو سینہ سے لگانے والی قوم کا ورثہ ہمارے لئے اِس قابل ہے کہ اُس کو نہایت فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کریں؟

دراصل یہ سِکہ جس کو ایک گرانبہا تہذیبی ورثہ باور کرا کر ایک غریب قوم کے خزانہ سے ایک لاکھ روپے کے صرفہ سے خریدا گیا ہے اور قومی عجائب گھر کی زینت بنایا گیا ہے بطور زیارت کئی مرتبہ اخبارات کے ذریعہ منظر عام پر لایا گیا ہے۔ اب سے کئی سال پہلے (جولائی ۷۴ء) جب یہ سِکہ اخبار میں چھپا اور اس کو عبدالملک بن مروان کے عہد کا بنایا

گیا تو ہمارے جذبات کو بڑی ٹھیس پہنچی اور ہم نے کتب تاریخ سے اس کی اصلیت کا پتہ چلایا۔ جب اچھی طرح یقین ہو گیا کہ یہ سکہ جعلی ہے تو ہمارے دوست جناب محمد کفایت ملا نے پورے حوالوں کے ساتھ اس کی تردید میں ایک مضمون لکھ کر سہ ماہی العلم کے شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۴۷ء میں چھپوایا۔ اس کے جواب میں محکمہ آثار قدیمہ کے ایک بزرگ نے ایک تفصیلی مقالہ ماہنامہ مبر نیمروز کراچی میں شائع کرایا لیکن وہ پورا مقالہ غیر متعلق باتوں سے بھرا ہوا تھا اور اصل موضوع سے متعلق صرف یہ بات پیش کی گئی تھی کہ اس سکہ کے اصلی ہونے کا ثبوت تقی الدین مقریزی (ولادت ۷۶۶ھ مطابق ۱۳۶۵ء) کے بعض حوالوں سے ملتا ہے اور تاریخوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ عبدالملک کے زمانہ میں سادہ سکہ بھی جاری ہوا تھا اس لئے اس سے مراد یہی تصویر والا سکہ ہے۔ چونکہ یہ کوئی مناسب استدلال نہیں تھا اس لئے اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا تھا۔ کئی سال بعد اب پھر قوم کو اس نادر تحفہ کی زیارت کرائی گئی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں چند باتیں عرض کر دی جائیں۔

ع شاید کہ کسی دل میں اتر جائے مری بات

سب سے اہم چیز جو واقعات کو سمجھنے کے لئے ذہن میں رکھنی چاہیئے وہ اُن اسلاف کا دینی جذبہ ہے جن سے یہ ناروا باتیں منسوب کی جاتی ہیں۔ عبدالملک بن مروان (ولادت ۲۶ھ، وفات ۸۶ھ) خلیفہ ہونے کے علاوہ ایک تابعی بھی تھے اور انہوں نے بہت سے اجل صحابہؓ کا فیض صحبت اُٹھایا تھا اور اُن سے علم دین حاصل کیا تھا۔ طبقات ابن سعد جلد پنجم میں مرقوم ہے:

"لوگوں نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک علماء و فقہاء کی صحبت میں بیٹھے تھے۔ اُن سے علم حاصل کیا تھا اور قلیل الحدیث تھے۔"

"اہلِ مدینہ سے مروی ہے کہ عبدالملک نے عثمان سے احادیث یاد کی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ابوہریرہؓ وابی سعید الخدریؓ و جابرؓ بن عبداللہ وغیرہم سے بھی احادیث سنی تھیں اور قبل خلافت عابد تھے۔"

وہ اپنے زمانہ کے اتنے بڑے فقیہہ تھے کہ بقول مورخین "اگر خلافت کی ذمہ داریاں اُن پر نہ پڑتیں تو مدینہ کے عظیم ترین فقہا میں اُن کا شمار ہوتا۔ اُن کی عظمت و علمیت کا انداز اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وقتِ آخر تھا تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد ہم فقہ کے مسائل کس سے پوچھیں تو آپ نے جواب دیا "مروان کے لڑکے سے، وہ بڑا فقیہہ ہے۔"

ضمناً یہ بھی بتا دیا جائے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے سکہ رائج کرنے کا فخر اسی فقیہہ خلیفہ کو حاصل ہے لہٰذا محولہ بالا مضمون میں حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ کے جن سکوں کا حوالہ دیا گیا ہے اُن کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر ایسے کوئی سکے کبھی تھے بھی تو اُن کو جعلی سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ احمد بن یحییٰ البلاذری (م ۲۷۹ھ) نے ایسے بعض سکوں کا حوالہ دے کر اُن کو جعلی قرار دیا ہے۔

غرض مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلا اسلامی سکہ عبدالملک بن مروان کے عہدِ خلافت میں ڈھلا۔ اور یہ اقدام خلیفہ نے اپنے دَور کے بعض علماء، صلحاء اور مدبرین کے مشورے سے کیا۔ ظاہر ہے کہ علماء و صلحاء کی اس جماعت میں صحابہؓ اور تابعین ہی ہوں گے۔ ان میں سے تین ناموں کی صراحت تو تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے ایک حضرت زین العابدین بن حضرت حسین دوسرے حضرت محمد باقر بن حضرت زین العابدین اور تیسرے حکیم آلِ مروان ابوہاشم خالد اور یہ تینوں حضرات تابعی ہونے کی بنا پر بعد کے زمانہ کے لوگوں کے مقابلہ میں فقہ کے مسائل سے زیادہ باخبر تھے۔ اور تصویر کشی اور بت تراشی کی ممانعت فقہ کا ایک ایسا متفقہ مسئلہ تھا جس پر ہر زمانہ میں عمل ہوا۔ خصوصاً سکوں پر کسی فرمانروا نے کبھی بھی اپنی تصویر نہیں بنوائی۔ یہاں تک کہ اکبر اعظم جس پر الحاد کا الزام لگایا جاتا ہے اُس کے بھی کسی سکہ پر ہمیں اُس کی تصویر نظر نہیں آتی۔ ابوالفضل علامی نے آئین اکبری میں اُس کے بے شمار سکوں کا ذکر کیا ہے کسی

پر بھی بادشاہ کی تصویر نہیں تھی خود عبدالملک کے لڑکے ہشام کے جو سکے دستیاب ہوئے ہیں اُن پر خلیفہ کی شبیہہ نہیں ہے۔

ایسی صورت میں عبدالملک جیسا فقیہہ خلیفہ اس کی جرأت کیسے کرتا اور اُس کے مشیر جو صحابہؓ اور تابعین تھے کیسے اُس کو اس فعل قبیح کی اجازت دیتے۔ پھر جبکہ ابتدائی دَور کی کتب تاریخ میں پہلے اسلامی سکہ پر تصویر ہونے کا قطعاً کوئی ذکر نہیں بلکہ صراحت سے قرآنی آیات کے کندہ کرائے جانے کا تذکرہ ہے تو کیسے یہ باور کر لیا جائے کہ آج جس سکہ کو عبدالملک کا بتا کر قوم کو اُس کی زیارت کرائی جا رہی ہے اور جس پر پورے جسم کی شبیہہ اس طرح موجود ہے کہ اُس سے اللہ تعالےٰ کے اسم ذات کی بے ادبی ہو رہی ہے وہ پہلی صدی ہجری کے ایک عظیم خلیفہ کا اصلی سکہ ہو سکتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ عبدالملک کے زمانہ کے جن سادہ سکوں کا بعض مورخین نے حوالہ دیا ہے ممکن ہے اُس سے مراد تصویر والا سکہ ہو تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ سادہ سکہ سے تصویر والا سکہ مراد لینا ایک مخبوط الحواس شخص ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے شروع میں سونے اور چاندی کے ایسے ٹکڑے کاٹ کر بطور سکہ رائج کر دیئے گئے ہوں جن پر کوئی بھی نقش نہ ہو۔ پھر جب لوگوں نے ایسے جعلی سکے بنانے شروع کر دیئے ہوں تو حکومت کی طرف سے ان سکوں کو منسوخ کر کے پھر وہ سکے رائج کئے گئے ہوں جن پر قل ہو اللہ اور کلمہ طیبہ تحریر ہو۔ سونے چاندی کے ان ہی ٹکڑوں کو مورخین نے سادہ سکے کہہ دیا ہو۔

اس قیاس کی تائید تاریخی شواہد سے بھی ہوتی ہے۔ ابتدائی دَور کے سکوں کے بارے میں مورخین نے جو کچھ لکھا ہے اُس میں بعض بیانات کو ترتیب زمانی کے اعتبار سے پیش کیا جاتا ہے۔ ان مورخین میں پہلا نمبر محمد ابن سعد (ولادت ۱۶۴ھ وفات ۲۳۰ھ) کا ہے۔ وہ اپنی مشہور آفاق کتاب طبقات کبیر کی جلد پنجم میں رقمطراز ہیں۔

"عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کی کہ عبدالملک بن مروان نے ۷۵ھ میں دینار و درہم ڈھالے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اُن کو ڈھالنا اور اُن پر نقش کرنا ایجاد کیا۔"

اس کے بعد احمد بن یحییٰ البلاذری (م ۲۷۹ھ) کا نمبر آتا ہے۔ پہلے تو وہ "قراطیس کا معاملہ" کے عنوان کے تحت اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ عبدالملک کو اسلامی سکہ جاری کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ لکھتے ہیں:

"قراطیس (ج۔ قرطاس یعنی کاغذ) ارض مصر سے بلاد الروم جاتے تھے اور روم سے عربوں کے پاس دینار آتے تھے۔ پھر عبدالملک بن مروان نے اُس تحریر کی ابتدا کی جو طوامیر کے سروں پر قل ہو اللہ احد وغیرہ ذکر الٰہی قسم سے لکھی جاتی تھی۔ اس پر روم کے بادشاہ نے اس کو لکھا کہ تم نے اپنے قراطیس پر ایسے کلمے لکھنے شروع کئے ہیں جن سے ہم کراہت کرتے ہیں۔ اگر تم ان کا لکھنا بند کر دو تو بہتر ہے۔ ورنہ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم دیناروں پر تمہارے نبی کا ایسا ذکر لکھنا شروع کریں گے جو تمہارے لئے موجب کراہت ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ عبدالملک کے دل پر یہ بات بہت شاق گزری۔ اُسے ایک سنتِ حسنہ کا ترک کرنا جسے وہ جاری کر چکا تھا بُرا معلوم ہوا۔ اُس نے خالد بن یزید بن معاویہ کو بلایا (دُمیری نے لکھا ہے کہ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے عبدالملک نے امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور انہوں نے یہ مشورہ دیا۔ دوسری روایتوں میں اور لوگوں کے نام بھی بیان ہوئے ہیں) اور اُس سے کہا "اے ابوہاشم! ایک بڑی مشکل پیش آگئی ہے۔" اور یہ سارا معاملہ اُس سے بیان کیا۔ اُس نے کہا "اے امیر المؤمنین! آپ اندیشہ دُور کیجئے۔ اُن کے دیناروں سے معاملات ممنوع فرما دیجئے۔ اپنے ہاں سکے مضروب کرائیے اور ان کافروں کو اس چیز سے نہ بچنے دیجئے جس کو وہ طوامیر میں پسند نہیں کرتے۔" عبدالملک نے کہا "تو نے میری مشکل آسان کر دی۔ خدا تیری مشکل آسان کرے۔"

اس کے بعد بلاذری نے نقود کے عنوان کے تحت اسلامی سکوں کی پوری تفصیل دی ہے اور اگرچہ متعدد روایات اس ذیل میں پیش کی گئی ہیں لیکن سب روایتوں میں ایک بات مشترک ہے

وہ یہ کہ کسی ایک سکہ کے متعلق بھی یہ نہیں کہا گیا کہ اس پر خلیفہ یا فرمانروا کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ سادہ درہم و دینار کا ذکر بھی اس طرح کیا گیا ہے۔

"محمد بن سعد نے الواقدی کے حوالے سے کہا اور انہوں نے کہا مجھ سے ربیعہ بن عثمان نے وہب بن کیسان کے حوالے سے کہا کہ" —— میں نے عبدالملک کے منقوش درہم و دینار سے قبل کے سادہ درہم دینار دیکھے وہ عبدالملک کے منقوش درہموں کے ہموزن تھے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سادہ درہم و دینار کا عبدالملک سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ آگے چل کر بلاذری نے اس چیز کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ سب سے اول منقوش دینار عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ضرب کئے گئے۔ وہ بتاتے ہیں۔

"مجھ سے محمد بن سعد نے الواقدی کے حوالے سے ، اور الواقدی نے عثمان بن عبداللہ بن موہب کے حوالے سے اور عثمان نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا" —— سعید بن المسیب سے میں نے پوچھا۔ سب سے اول منقوش دینار کس نے ضرب کئے؟ بولے عبدالملک بن مروان نے۔"

ایک اور روایت ملاحظہ ہو :

"مجھ سے محمد بن سعد نے کہا۔ انہوں نے کہا مجھ سے محمد بن عمر نے کہا انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی الزناد نے کہا اور ان سے ان کے والد نے کہا۔ پہلا شخص جس نے سونے کا سکہ ضرب کیا۔ عبدالملک تھا۔ یہ واقعہ عام الجماعۃ ۷۴ھ کا ہے۔"

ان روایتوں میں تو صرف عبدالملک کی اولیت کو واضح کیا گیا ہے لیکن ایک روایت ایسی ہے جس میں وہ نقش بھی بتا دئے گئے ہیں جو عبدالملک کے دیناروں پر تھے۔ بلاذری کہتے ہیں۔

"مجھ سے داؤد الناقد نے کہا اور انہوں نے کہا مجھ سے ابوالزبیر الناقد نے کہا —— عبدالملک نے کچھ دینار ۷۴ھ میں اور پھر ۷۵ھ میں ضرب کئے۔ یہ بالکل ویسے ہی تھے جیسے دراہم بغلیہ۔ ان پر ایک طرف 'بسم اللہ، الحجاج' اور دوسری جانب سنہ ضرب کے بعد 'اللہ احد ، اللہ الصمد' نقش کیا۔ فقہا نے اس کو برا سمجھا۔ اس لئے یہ درہم مکروہیہ کہلائے۔

بلاذری نے بعض جعلی سکوں کے ضرب کئے جانے کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ عبدالملک بن مروان کے سلسلہ میں ایک روایت پیش کی ہے۔

"مجھ سے محمد بن سعد نے الواقدی کے حوالے سے بیان کیا۔ الواقدی نے کثیر بن زید کے حوالے سے اور کثیر نے المطلب بن عبداللہ بن خطب کے حوالے سے کہ "عبداللہ بن مروان نے ایک شخص کو ماخوذ کیا وہ سکہ ضرب کرتا تھا۔ اور اس کے ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا۔ پھر یہ رائے بدل دی اور اس کو سزا دی۔ المطلب نے کہا۔ مدینہ مبارکہ میں ہمارے جو شیوخ تھے انہوں نے اس فعل پر عبدالملک کی تحسین و ستائش کی۔"

فتوح البلدان مصنفہ البلاذری کے بعد اب اصح التواریخ کا بیان ملاحظہ ہو۔ امام ابن جریر طبری (ولادت ۲۲۴ھ وفات ۳۱۰ھ) رقمطراز ہیں :

"اسی ۷۶ھ میں عبدالملک نے درہم و دینار مضروب کرائے اور مسلمانوں میں یہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے ان سکوں کو مضروب کرایا۔"

اب اسی سلسلہ میں مورخ اعظم عبدالرحمٰن ابن خلدون (ولادت ۷۳۲ھ وفات ۸۰۸ھ) کا تفصیلی بیان پیش ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"عبدالملک نے عنوانِ خط پر جو بادشاہ روم کے پاس بھیجا تھا" قل ہو اللہ احد" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مع تاریخ لکھا تھا۔ بادشاہ روم کو یہ شاق گذرا۔ لکھ بھیجا کہ عنوانِ خط پر ایسے مضامین نہ لکھو۔ ورنہ ہم دراہم و دنانیر پر تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر ایسے طور پر لکھیں گے کہ تم کو ناگوار ہوگا عبدالملک کو اس سے سخت تردد ہوا۔ لوگوں سے اس بابت مشورہ طلب کیا۔ خالد بن یزید نے رومیوں کے دراہم و دنانیر کے ترک کر دینے اور ضرب سکہ اسلامیہ کی رائے دی۔ عبدالملک نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں حجاج نے دراہم و دنانیر پر "قل ھو اللہ احد" منقش کرایا۔ لوگوں نے اس کو ناپسند کیا اس وجہ سے کہ غیر طاہر بھی اس کو چھوتے تھے ..... یہ پہلا

(باقی ۱۹ پر)

یادِ رفتگان

اک چراغ اور بجھا

محمد طیب

؎ مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

یوں تو یہ کائنات رنگ و بو مرکز حوادث ہے۔ شب و روز کوئی نہ کوئی ایسا امر وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے جو بہت سے قلوب و اذہان پر تکلیف و کرب کے نقوش ثبت کرتا ہے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے یہ ممکن نہیں کہ انسان رنج و الم سے محفوظ زندگی گزار سکے۔ بقولِ غالب ؎

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

اور یہ بھی انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ نقصان و زیاں (چاہے وہ کسی قسم کا ہو) کو زیادہ دیر تک سینے سے لگا کر نہیں رکھا جاتا اور مرورِ ایام سے حادثات کی تلخی رفتہ رفتہ کم ہوتے ہوتے بالکل ختم ہو جاتی ہے اور انسان ایک بار پھر سے پرسکون زندگی گزارنے کی جدوجہد میں مصروف ہو جاتا ہے۔

لیکن بعض حوادث اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ نہ انہیں بھلایا جاسکتا ہے نہ ان کی تلخی کو کم کرنے کی کوئی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے۔ انہی حادثات میں سے ایک حادثہ فاجعہ حضرت استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد یعقوب صاحب ہزارویؒ مہتمم مدرسہ منبع العلوم واہ سیمنٹ ورکس کے انتقال پر ملال کا ہے۔ جو بروز جمعۃ المبارک مورخہ ۲۱ مئی ۸۲ء بمطابق ۲۶ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ کو واصل بحق ہوئے۔

جن حضرات کو حضرت مرحوم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے وہ تو ان کے حسنِ اخلاق اور وسعتِ علم سے کسی حد تک واقف ہوں گے، مگر کلی طور پر ان کے علم و فضل سے اس وقت تک باخبر ہونا مشکل ہے جب تک ان کے تمام کوائف تحریر نہ کیے جائیں۔ اس ضمن میں جہاں تک معلومات حاصل ہو سکی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

نام و نسب

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب بن مولانا غلام علی (المعروف بڑے استاذ) بن مولانا محمد ظریف خان سواتی ہزاروی، آپ پٹھانوں کے مشہور خاندان سواتی (بائی خیل) سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا پورا خاندان علمی حیثیت سے اپنے اہلِ عصر پر سبقت رکھتا تھا، لیکن اگر آپ کے خاندانی اکابر کے علم و فضل کا تذکرہ شروع کر دیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا، لہٰذا ہم اختصار کے پیشِ نظر اس سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔

پیدائش و تعلیم

آپ کی تاریخِ ولادت قطعیت کے ساتھ معلوم نہیں، تاہم قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۹۰۰ء میں یا اس سے قبل پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد محترم مولانا غلام علی صاحب اور برادرِ اکبر مولانا محمد قلندر صاحب سابق خطیب جبوڑی ضلع مانسہرہ سے پڑھیں — اس کے بعد رجوعیہ نزد حویلیاں میں مولانا عبدالکریم صاحب اور کامرہ کلاں نزد اٹک میں مولانا محمد حسین کامری (مشہور صوفی) سے صرف و نحو کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ فارسی کی کتب موضع کوٹلہ نزد حویلیاں میں مولانا محمد سلیمان صاحب اور مولانا غلام محمد صاحب جنڈیالوی سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ نے کیال نزد فتح جنگ میں مولانا محی الدین صاحب کیمبل پوری، کوکل نزد حویلیاں میں مشہور نحوی استاد مولانا محمد اسماعیل

صاحب کوکلوی، موضع سرجھنہ نزد ایبٹ آباد میں مولانا میر صاحب اور ان کے صاحبزادے مولانا سیّد رسول صاحب موضع کلنجر علاقہ تناول (ہزارہ) میں مولانا عبدالروٴف صاحب موضع تمبر کولہ نزد مانسہرہ میں مشہور اصولی و منطقی عالم مولانا عبداللطیف صاحب تمبر کھولوی اور مولانا حمیدالدین مانسہروی موضع شاہ محمد میں مولانا سکندر صاحب، موضع بیدڑہ نزد مانسہرہ میں مولانا محمد نعمان صاحب، موضع گڑوال سابق ریاست پھرڑہ ضلع ہزارہ میں مولانا غلام جیلانی اور لاہور میں حافظ مہر محمد سابق مدرسہ قمریہ حال فتحیہ (اچھرہ) سے مندرجہ ذیل کتب پڑھیں:

کافیہ، درایہ شرح ہدایۃ النحو، شرح جامی، عبدالغفور، متن متین، شرح الشرح الفیۃ رضی، جلالین، بیضاوی، میبذی، سلم العلوم، ملّا حسن، شرح وقایہ، ہدایہ، اصول الشاشی، نورالانوار، حسامی، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، مطوّل، میرزاہد، ملّا جلال، رسالہ قطبیہ، حمداللہ وغیرہ۔

اس کے بعد آپ دیوبند تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ مولانا سیّد انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے حدیث کی کتب پڑھیں۔ پھر تکمیلی کتب پڑھنے کے لیے مدرسہ عالیہ رامپور تشریف لے گئے اور برصغیر کے نامور منطقی عالم ملّا فضل حق رامپوری اور شیخ الفقہ مولانا معزاللہ خانصاحب اور دیگر اساتذہ سے قاضی، حمداللہ، صدرا، شمس بازغہ، بیضاوی، مشکوٰۃ، شرح چغمینی، توضیح تلویح وغیرہ کتب پڑھیں۔ پھر وہیں مدرسہ عزیزیہ رامپور میں مولانا حق نادہ سیّد احمد شاہ صاحب مفتیٔ رامپور اور محدّث کبیر مولانا منوّر علی سے دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ اسی دوران الہ آباد یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد ندوۃ العلماء لکھنؤ میں کتب تاریخ پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے اور پھر وہیں دوبارہ دورۂ حدیث شیخ الحدیث مولانا حیدر زمان خان ندوی (اُستاذ مولانا ابوالحسن علی ندوی و سید سلیمان ندوی) سے کیا۔ اسی عرصہ میں امامِ اہلِ سُنّت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی سے مناظرہ کی کتب رشیدیہ، صافی شرح کافی وغیرہ پڑھیں اور مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ سے طب و جراحت کی سند بھی حاصل کی۔ اور مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے تجوید کی سند حاصل کی۔ تجوید میں آپ کے استاذ ایشیار کے مشہور استاذ القرار مولانا قاری عبدالمالکؒ و قاری عبدالمعبودؒ تھے۔

تدریسی خدمات

سب سے پہلے شاہی مسجد قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں چار سال تک امامت و خطابت کی اور اس کے ساتھ ساتھ کتب درسِ نظامی کی تدریس میں مشغول رہے۔ پھر مدرسہ قدیمیہ لکھنؤ میں صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں بعد ازاں مدرسہ مطلع العلوم رامپور میں دو سال تک تدریس فرمائی۔ ۱۹۳۶ء میں والدین کے اصرار پر وطن واپس آ گئے اور واہ سیمنٹ ورکس کی جامع مسجد میں امام و خطیب کی حیثیت سے خدمات انجام دینی شروع کیں اور اس کے ساتھ ساتھ منبع العلوم کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور تا دمِ آخر اس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ طلبار کی کثرت کی وجہ سے تھوڑے عرصہ بعد مسجد سے کچھ فاصلے پر جگہ خرید کر کمرے تعمیر کیے گئے جن میں آج بھی قال اللہ وقال الرسول کا درس جاری ہے اور حضرت مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ آپ کی قبر مبارک مدرسہ کے صحن میں ہے۔

تبلیغی خدمات

واہ سیمنٹ ورکس کی مرکزی جامع مسجد میں ۱۹۳۶ء سے ۱۹۷۶ء تک (چالیس سال) خطابت و امامت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ تدریسی مصروفیات کے باوجود عوام النّاس کے لیے صبح کو درسِ قرآن اور رات کو درسِ بخاری کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ علاوہ ازیں گاہ بگاہ علاقہ میں تقاریر کے لیے بھی تشریف لے جاتے رہے۔ آپ کی زبان نہایت شُستہ تھی۔ اور اُردو زبان پر مکمل عبور تھا۔ طلبار کو آپ اُردو پنجابی اور پشتو میں تعلیم دیتے تھے۔

تصنیفی خدمات

اگرچہ آپ کی کوئی تصنیف طبع ہو کر

منظرِ عام پر نہیں آ سکی، تاہم مختلف فقہی و نحوی مسائل میں آپ کی علمی تقاریر غیر مطبوعہ حالت میں آپ کے تلامذہ و صاحبزادگان کے پاس موجود ہیں۔ جن میں کافیہ، شرح جامی، حسامی، حمداللہ اور مختصر المعانی پر آپ کی علمی و مدلّل تقاریر شامل ہیں۔ علاوہ ازیں مسئلہ معرب و بنی پر آپ کی تقریر بھی بہت دلچسپ ہے اور علمار کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے۔ کئی بار ان کتب کی اشاعت کا ارادہ کیا گیا مگر

ع اے بسا آرزو کہ خاک شُدہ

شاید اب اللہ تعالیٰ توفیق دے دیں۔

اخلاق و کردار

آپ کی شخصیت انتہائی جاذب اور پُرکشش تھی۔ آپ کے حُسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر مختلف مکتبہ ہائے فکر کے علمار مختلف مسائل سمجھنے کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے اور آپ کی رائے کو حرفِ آخر سمجھتے تھے۔ علاقہ میں آپ کی شخصیت کو غیر متنازعہ سمجھا جاتا تھا۔ اور آپ کی ذات کا ہر شخص احترام کرتا تھا۔ طبعی طور پر آپ انتہائی سادہ مزاج تھے۔ اتنی بڑی علمی شخصیت ہونے کے باوجود کرو نخوت سے کوسوں دُور تھے۔ اپنے پاس آنے والے ہر شخص کی عزّت و احترام کو ملحوظ رکھتے تھے۔ اپنے اساتذہ سے اس قدر محبّت تھی کہ جب ان کا ذکر آتا تو بے ساختہ رونے لگتے تھے۔ طلبہ پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ آپ نے اپنی تمام اولاد کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا اور اپنے تمام رشتہ داروں کو آخری وصیّت بھی فرمائی کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم ضرور ضرور دلانا۔ آپ نے اپنی تمام اولاد کی شادیوں میں بھی مال و دولت سے قطع نظر کرتے ہوئے اہلِ دین کا انتخاب کیا۔

مشہور تلامذہ

آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ اور اس وقت ہمیں جو نام یاد آ رہے ہیں اگر ان سب کا ذکر کیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا اس لیے صرف انہی حضرات کے نام تحریر کیے جاتے ہیں جنہوں نے ملکی یا علاقائی سطح پر شہرت حاصل کی ہے۔ اور زمانہ ان کے علمی و دیگر کارناموں سے باخبر ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سکندر پوری (ہری پور ہزارہ)، مولانا محمد نعمان صاحب خطیب شاہی جامع مسجد آگرہ (انڈیا)، مجاہد تحریک آزادی مولانا حکیم عبدالسلام صاحب ہزاروی، مولانا شمس الدّین صاحب اُستاذ الحدیث مدرسہ مفتاح العلوم حیدر آباد، مشہور صاحب تصانیف مولانا حیدر زمان صاحب صدیقی، مولانا اسرار الحق صاحب راجستھان (انڈیا)، مولانا محمد بوستان صاحب سابق قاضی القضاۃ ریاست قلات (بلوچستان)، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ، مولانا عبدالعزیز خطیب کوئٹہ، مولانا حمیدالرحمٰن صاحب ہزاروی صدر مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور، مولانا محمد ابراہیم خطیب انار کلی لاہور، مولانا حافظ شاہ محمد صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ رحمانپورہ لاہور، قاضی میر عالم صاحب کاغان، مولانا حکیم آغا دوست محمد خاں صاحب تکمیلی اچھرہ لاہور، مولانا عزیزالرحمٰن صاحب کوہاٹی مہتمم مدرسہ عزیزیہ ایبٹ آباد، مولانا فتح محمد صاحب منصورہ لاہور، مولانا فتح عالم خانصاحب مظفر آباد آزاد کشمیر، مولانا شمس القمر صاحب فاضل جامعۃ الازہر مصر، سیّد احمد سعید کرمانی سابق وزیر خزانہ پاکستان، مولانا محمد ہلال صاحب خطیب تربیلا ڈیم، قاضی محمد یونس صاحب انور خطیب مسجد شہدار لاہور، مولانا محمد یُوسف صاحب امیر نظام العلمار ضلع مانسہرہ، مولانا عبدالمتین نعمانی کراچی، قاضی عبدالشکور صاحب خطیب فاروقیہ سیمنٹ فیکٹری، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب نقشبندی کراچی، مولانا عبدالرزّاق عزیز صاحب جائنٹ سیکرٹری نظام العلمار صُوبہ سندھ، مولانا عبدالحمید صاحب خطیب گوجرانوالہ، مولانا فضل احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم بوریوالہ ملتان، مولانا غلام ربانی پھلروان ضلع سرگودھا، سید مظفر علی شاہ صاحب خطیب گھوڑا گلی (مری)، مولانا عبدالمہیمن صاحب مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ،

اتحاد بین المسلمین اور علماء دین کے فرائض

تحریر :- قاری محمد امین ، لاہور

یہ ظاہر ہے کہ علماء قوم و ملّت کا دماغ ہوتے ہیں ، اور ان کا قول و عمل ملّت کی عمارت کا سنگ بنیاد ہوتا ہے ۔ مسلمان مذہبی معاملات کو علماء کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ، علماء کے کانوں سے سنتے ہیں اور علماء ہی کے دماغ سے سوچتے ہیں اور ان کے ہر قول و فعل کو شریعت کا نمونہ سمجھتے ہیں ۔

علماء قوم کے سامنے اپنا نقشہ جس حیثیت سے پیش کریں گے ۔ قومی ضمیر کی تشکیل اسی پیمانے پر ہو گی ۔ اور جس رنگ کو وہ اپنے لئے پسند کریں گے اس میں پوری قوم رنگین نظر آئے گی ۔ لیکن اگر علماء ہی اتفاق و اتحاد باہمی محبت و رواداری کا نمونہ پیش کرنے سے قاصر رہے تو ناممکن کہ قوم اختلاف و شقاق سے محفوظ ہو جائے ۔ تاریخ شاہد ہے کہ زوال بغداد کی وجہ بھی فرقہ واریت تھی ۔ جب شیعہ سُنّی اختلافات اپنے عروج تک پہنچ گئے تو شیعہ وزیر اعظم ابن علقمی کی شہ پر ہلاکو خاں نے بغداد کو تاخت و تاراج کیا اور خلافت ختم ہو گئی ۔

ہمارے ملک میں بھی آج یہی صورت حال موجود ہے بعض کوتاہ فہم قسم کے واعظین وہابی سُنّی کا شاخسانہ کھڑا کر کے فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں جس سے ملک کی سالمیت خطرے میں پڑ رہی ہے ۔ یہ لوگ خوفِ خدا سے عاری ہیں اپنے مفادات کی خاطر یہ کھیل کھیل رہے ہیں ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اگر خدا نخواستہ ہمارے ملک میں سرخ سامراج آ گیا تو مسلمانوں کا کوئی فرقہ اس کے مظالم سے نہ بچ سکے گا ۔ ثمرقند و بخارا کی طرح ہمارا ملک بھی اس کی گرفت میں آ جائے گا ۔

ہمیں افغانستان کے حالات سے سبق سیکھنا چاہئے ۔ کیا ان واعظین کو معلوم نہیں کہ قیام پاکستان بھی علماء دین کے باہمی اتفاق و اتحاد کا نتیجہ تھا ۔ کیا یہ حضرات اس حقیقت کو نہیں جانتے کہ قیام پاکستان کے وقت اہل حدیث مکتبہ فکر کے جلیل القدر عالم دین میر ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ ، مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ، دیوبندی مکتب فکر کے مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور بریلوی مکتب فکر کے عظیم المرتبت بزرگ پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ باہم شیر و شکر تھے ۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ امت مسلمہ کے باہمی اتفاق و اتحاد کی خاطر حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھیں ۔ ان واعظین کا سب سے بڑا ہدف رائے ونڈ کی تبلیغی جماعت ہے ۔ حالانکہ ہر منصف مزاج مسلمان جانتا ہے کہ حج کے بعد سب سے بڑا عالمی اجتماع تبلیغی جماعت کا ہوتا ہے ۔ اس جماعت کی سرفروشی و تبلیغی جذبہ دیکھنا ہو تو دیارِ یورپ میں جا کر لوگوں

سے پوچھئے کہ ان لوگوں نے کتنے عیسائی مسلمان کئے ؟ یہ جماعت فرقہ واریت کی سخت مخالف ہے لیکن افسوس کہ ان واعظین کی چیرہ دستیوں سے یہ حضرات بھی نہ بچ سکے ۔ ملک میں کئی ایسے واقعات رونما ہوئے کہ جب تبلیغی جماعت کے افراد تبلیغ دین کی خاطر کسی مسجد میں گئے تو ان واعظین کی شہ پر انہیں مسجد سے نکال دیا گیا ۔

ان حضرات کی چیرہ دستیوں سے ملک کی مشہور مساجد نہ بچ سکیں اور ان کی حرمت کو پامال کیا گیا اور وہابیت کا شاخسانہ کھڑا کر کے غنڈوں کے ذریعے ان مساجد پر قبضہ کیا گیا ۔ وہ مساجد مندرجہ ذیل ہیں :-

۱ - سنہری مسجد لاہور
۲ - مسجد پٹولیاں لاہور
۳ - اونچی مسجد بھاٹی گیٹ لاہور
۴ - پونڈاں والی مسجد گوجرانوالہ
۵ - جامع مسجد چونگی نمبر ۲۲ راولپنڈی ۔ (سینکڑوں میں محض چند)

لاہور کی مسجد پٹولیاں کا یہ حال ہے کہ وہابی سُنّی جھگڑے کے بعد اب یہ مسجد نمازیوں کے لئے ترس رہی ہے ۔ ثقہ و دیندار نمازیوں نے یہ مسجد چھوڑ دی ہے ۔ حکومت سے درخواست ہے کہ اگر اسے ملک کی سالمیت کی ضرورت ہے تو فرقہ واریت کو ختم کرے اور جو واعظ یا خطیب فرقہ واریت کو ہوا دیتا ہے اس کی زبان بندی کرے ۔

میں تمام مکاتیب فکر کے علماء سے درخواست کرتا ہوں کہ خدا را ملکی حالات کے پیشِ نظر تفریق بین المسلمین کا مشغلہ چھوڑ دیں اور اتحاد بین المسلمین کے سر توڑ کوشش کریں ۔

بقیہ : سکّہ . . . . . .

سکہ مکروہیہ کے نام سے موسوم ہوا اس وجہ سے کہ وہ خالص و عمدہ زیادہ نہ تھا ۔ اس لئے کہ اس پر قل ہو اللہ منقوش تھا ۔ لوگ اس کو مکروہ سمجھتے تھے " ۔

آخر میں تمدن عرب کے حوالے سے تقی الدین مقریزی (ولادت ۷۶۶ھ) کا بیان بھی سُن لیجئے ۔ سید علی بلگرامی ترجمہ میں لکھتے ہیں :

" مقریزی اپنی کتاب سکہ جات میں لکھتا ہے کہ عبد الملک پہلا خلیفہ تھا جس نے مسلمانوں میں سکہ بنایا ۔ ۷۶ھ مطابق ۶۹۵ء میں عربوں نے سونے کے سکوں کا استعمال شروع کر دیا تھا جن پر سبحان اللہ لا الٰہ الا اللہ اور خلیفہ وقت کا نام درج ہوتا تھا "

طوالت کے خوف سے اور حوالوں کو ترک کیا جاتا ہے ۔ اتنے ہی حوالجات اس بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ پہلا سکہ (بالخصوص سونے کا سکہ) عبد الملک بن مروان کے دورِ خلافت میں جاری ہوا ۔ اس پر نہ خلیفہ وقت اور نہ کسی اور ذی روح کی شبیہہ تھی بلکہ قرآنی آیات یا کلمہ طیبہ تھا ۔ اِن شواہد کی موجودگی میں کسی ایسے سکہ کو جس پر نہ صرف انسانی شبیہہ موجود ہے بلکہ اس سے اسم ذات اللہ کی بے ادبی ہو رہی ہے اسلامی کہنا کیسے جائز ہے ۔ یہ سکہ یقیناً جعلی ہے اور کسی دشمنِ اسلام نے اس کو بنا کر نہ صرف عبد الملک بن مروان کو بدنام کیا ہے بلکہ دین اسلام کو بھی طعن و تشنیع کا ہدف بنوانے کی کوشش کی ہے ۔ اس کو عظیم ورثہ کہنے کی بجائے ملت مسلمہ کی رسوائی کی علامت قرار دینا مناسب ہے ۔

دُعاءِ صحت

حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کے مخلص خادم ابو الحسن صوفی امام الدین قادری جو ہر جمعہ کو جناب حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کے حکم سے جھنگ مگھیانہ مسجد شیریں میں مجلس ذکر کا اہتمام فرماتے ہیں ۔ انہیں غلطی سے زہر دیا گیا تھا ۔ جس کا اب دوبارہ اثر ہو گیا ہے ۔ قارئین سے دعا صحت کی اپیل ہے کہ اللہ تعالیٰ صحت عاجلہ و کاملہ سے نوازے ۔ آمین ۔ (ادارہ)

بناتِ اسلام

محمد اسحاق بھٹی

حضرت ام مطاع بنتِ ارت رضی اللہ عنہا

انہیں جود و سخا میں منفرد حیثیت حاصل رہی

صحابیات کی جماعت میں اس نام کی دو عورتوں کا سراغ ملتا ہے۔ ایک حضرت ام مطاع اسلمی ہیں اور دوسری حضرت ام مطاع بنت ارت بن جندلہ رضی اللہ عنہا۔ ان کے واقعات تاریخ و سیر کی مختلف کتابوں میں بیان ہوئے ہیں۔ طبقات ابن سعد میں بھی ان کا ذکر ہوا ہے۔

ان کے قبیلے کا قبول اسلام

اسلام کی ہمہ گیر اشاعت کا اصل دور اس وقت شروع ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ مدینہ منورہ میں ہی آپ کو جہاد کا حکم ہوا اور آپ نے مختلف جنگیں لڑیں جن میں مسلمانوں کو کامیابی سے نوازا گیا۔ جہاد میں مسلمانوں کی طاقت کے جوہر کھلے اور دور دور کے علاقوں میں ان کو جانے کا اتفاق ہوا۔ اسی اثنا میں بڑے بڑے سرکشوں کی اکڑی ہوئی گردنیں ان کے حضور جھکیں اور مشہور جنگ جوؤں نے ان کی طاقت و سطوت کا لوہا مانا۔ آنحضرت کی حیات طیبہ کے آخری تین سالوں میں آپ کی خدمت میں مختلف عرب قبائل کے وفود حاضر ہوئے۔ ان وفود کی قیادت ان علاقوں کے رؤسا کر رہے تھے ان وفود میں ایک وفد صداء تھا جو سنہ ۸ھ میں سرور کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صداء ایک قبیلے کا نام تھا۔ پہلے اس قبیلے کے ایک شخص زیاد بن حارث صدائی نے آپ کی خدمت میں حاضری دی دوبارہ پھر یہی زیاد اپنے قبیلے کے پندرہ سربرآوردہ افراد کو ساتھ لے کر آپ کے پاس آیا۔ آنحضرتؐ نے مشہور صحابی حضرت سعد بن عبادہ کو ان کی خدمت و تواضع کے لئے مامور فرمایا۔ یہ پندرہ افراد مسلمانوں کے اخلاق میل جول اور مہمانداری و تواضع سے انتہائی متاثر ہوئے اور اپنے قبیلے اور برادری میں جا کر ان کی بہت تعریف کی۔ انہوں نے خود بھی اسلام قبول کیا اور باقی لوگوں میں بھی اسلام کی نشر و اشاعت کی۔

اس وفد کا قائد زیاد بن حارث صدائی فہیم اور متین شخص تھا اور اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہو چکا تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم) ہمارے قبیلے میں ایک کنواں ہے۔ موسم سرما میں اس کنوئیں کا پانی بھر جاتا ہے اور ہمارے لئے کافی ہوتا ہے لیکن موسم گرما میں پانی ایک دم خشک ہو جاتا ہے اور پھر قبیلہ کے تمام لوگ پانی کی قلت کے باعث وہاں سے چلے جاتے اور ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں۔ جب گرمیوں کا موسم گزر جاتا ہے

تو واپس آ جاتے ہیں۔ یہ قبیلہ ابھی نیا نیا حلقۂ اسلام میں داخل ہوا ہے۔ اس میں تعلیم کو پھیلانے اور اسلام کی اہمیت بیان کرنے کی بہت ضرورت ہے آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ کنوئیں کا پانی ختم نہ ہوا کرے۔ اس سے ہمارے قبیلے پر بہت اچھا اثر پڑے گا اور وہ اسلام پر قائم رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سات کنکریاں اٹھا لاؤ۔ زیاد سات کنکریاں لے آیا۔ آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھا اور زیاد کو دے دیں۔ فرمایا۔ ایک ایک کنکری اس کنوئیں میں گرا دو۔ ہر کنکری پر اللہ اللہ پڑھتے جانا اور باری باری گرا دینا۔ چنانچہ زیاد نے اسی طرح کیا۔ زیاد کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس کنوئیں میں پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ اس کی گہرائی اور شق کا اندازہ لگانا ہمارے لئے ممکن نہ رہا۔

ام مطاع آنحضرتؐ کی خدمت میں

حضرت ام مطاع رضی اللہ عنہا اسی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں جب یہ وفد واپس گیا اور اس نواح میں اسلام کی اشاعت ہوئی تو حضرت ام مطاع بنت ارت بھی مسلمان ہو گئیں۔ کنوئیں کا یہ واقعہ پورے علاقہ میں مشہور ہو گیا اور اس واقعہ سے متاثر ہو کر بے شمار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ کچھ روز بعد اس علاقہ کے بعض اور لوگ آنحضرتؐ کے پاس مدینہ منورہ آئے۔ جن میں حضرت ام مطاع بنت ارت رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ یہ چند روز کے لئے مدینے آئی تھیں لیکن پھر واپس نہیں گئیں۔ اور مستقل طور سے مدینہ ہی میں مقیم ہو گئیں۔

بعض مؤرخین سیرت کا خیال ہے کہ انہوں نے آنحضرتؐ کا آخری زمانہ پایا اور آپ کے آخری دورِ حیات میں اسلام قبول کیا۔ طبقات ابن سعد میں اس سلسلے میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان سے یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے۔

مدینہ میں سرگرمیاں

ان کی مدنی زندگی کی سرگرمیاں دوسرے لوگوں سے بہت حد تک مختلف ہیں یہ عام طور پر آنحضرتؐ کی خدمت میں رہتیں اور اسلام اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے کی کوشش کرتیں جن صحابہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی شغف و تعلق تھا، یہ ان کے پاس بھی جاتیں۔ اور احادیث کا سماع کرتیں۔ ان خواتین سے بھی ملتیں جو اسلام کے عہدِ آغاز میں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ جب یہ مدینہ میں آئیں تو عمر کی بہت سی منزلیں طے کر چکی تھیں۔ ان کی اولاد اور شوہر قبیلۂ صداء ہی میں تھے۔ کچھ عرصہ بعد شوہر بھی وہیں آ گئے۔ اور مسجد نبوی میں رہنے لگے۔

عادات و خصائل

یہ نہایت عمدہ عادات و خصائل کی حامل تھیں۔ کم گو اور خاموش طبع تھیں۔ جھگڑے میں الجھنے اور زیادہ باتیں کرنے کی عادی نہ تھیں۔ زمانہ جاہلیت پر نادم رہتیں۔ پچھلے دور کو یاد کرتیں تو افسوس کا اظہار کرتیں کہا کرتی تھیں کہ مجھے اس بات کا بہت ہی قلق ہے کہ ابتدائی دور میں اسلام سے ناآشنا رہی۔ ساری عمر غفلت کے عالم میں گذر گئی۔ اب اسلام سے آشنا ہوئی ہوں تو جسمانی اور ذہنی قوتیں جواب دے گئی ہیں۔ وہ لوگ کس درجہ خوش نصیب ہیں جو جوانی کے عالم میں مسلمان ہوئے اور جنہوں نے جنگ و جہاد میں حصہ لیا۔ اور اپنی توانائیاں اسلام کی خدمت میں صرف کیں۔

آمدنی کے وسائل بہت

(باقی ۲۶ پر)

مرتب : ظہیر میر

گذشتہ دنوں فیصل آباد سے حضرت مولانا اشرف ہمدانی صاحب تشریف لاتے۔ مولانا موصوف کا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا تعلق ہے، اور اب حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے بہت گہرے مراسم ہیں۔ وہ ہر سال مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ کے لئے مالی امداد بھی فراہم کرتے ہیں۔ اس دفعہ بھی وہ ایک بھاری رقم کا چیک لے کر تشریف لائے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ انہوں نے میاں محمد اجمل قادری صاحب سے مختلف امور پر تبادلہ خیالات کیا۔ ۶-۷ ستمبر کو ربوہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ مولانا ہمدانی صاحب نے اس مسئلہ پر میاں صاحب سے مشورہ کیا اور میاں صاحب کو وہاں آنے کی دعوت دی۔ مولانا ہمدانی صاحب اس کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر ہیں۔ انہوں نے ہفت روزہ ترجمان اسلام اور خدام الدین میں اس کانفرنس کے اشتہار شائع کرنے کے لئے فرمایا۔ الحمد للہ کہ اشتہار دونوں پرچوں میں شائع ہو رہے ہیں۔

۱۶ر اگست بروز پیر :

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ایک متحرک اور باعمل بزرگ ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ان کی کوششیں قابل تحسین ہیں۔ وہ اس دن لاہور تشریف لاتے۔ میاں اجمل قادری صاحب کے ہمراہ انہوں نے اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری پنجاب جناب تقی الدین پال سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کا مقصد یہ تھا کہ مرزائیوں کی طرف سے جو قرآن پاک شائع کئے جا رہے ہیں اس پر پابندی لگائی جائے۔ مرزا بشیر الدین کے ترجمہ پر تو پہلے ہی پابندی لگائی جا چکی ہے لیکن اس کی تفسیر پر پابندی نہیں لگائی گئی۔ میاں صاحب نے سیکرٹری صاحب کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے بعض مساجد میں بعض مساجد میں ایک مکتبہ فکر کے حضرات نے بلا وجہ انتشار کی کیفیت پیدا کر دی ہے انہیں حضرات نے گوجرانوالہ میں واقع جامع مسجد گرجاکھ میں ان دنوں خواہ مخواہ فتنہ انگیزی شروع کر رکھی ہے۔ میاں صاحب نے سیکرٹری صاحب کو اس نازک اور سنگین صورت حال کی طرف توجہ دلائی تاکہ حکومت اس کا نوٹس لے اور امن و امان قائم کرنے کی اپنی ذمہ داریاں کما حقہ پوری کر سکے۔ چنانچہ سیکرٹری صاحب نے تمام باتیں غور سے سنیں، اور ان کے حل کے لئے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

۱۷ر اگست بروز منگل

نظام العلماء پاکستان میں آج کل جو پریشان کن صورتِ حال بنی ہوئی ہے پورے ملک میں ساتھی اس سلسلہ میں پریشان ہیں۔ ۱۷ر اگست کو سارا دن لاہور کے مختلف علاقوں سے لوگ آتے رہے اور میاں اجمل قادری صاحب نے انہیں مکمل اور صحیح صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

۱۸ر اگست بروز بدھ :

حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ ناظم عمومی نظام العلماء پاکستان نے تین بجے سہ پہر شاہ ولی اللہ لائبریری میں جماعتی صورتِ حال پر ایک پُر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ حضرت اقدس نے تمام صورتِ حال کو بڑے واضح انداز میں بیان فرمایا اور اخبار نویسوں کے تمام سوالات کے بھرپور جوابات دئے۔ یاد رہے اس پریس کانفرنس کی تفصیل تمام اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔

اسی روز بعد نماز عصر جامع مسجد شیرانوالہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ مبارک میں نظام العلماء شہر لاہور کے ساتھیوں کی ایک بھرپور میٹنگ زیر صدارت حضرت مولانا حمید الرحمٰن صاحب عباسی امیر نظام العلماء ضلع لاہور منعقد ہوئی۔ مولانا اجمل قادری صاحب جماعتی صورتِ حال پر کھل کر تبصرہ فرمایا، اور ساتھیوں کو اعتماد میں لیا۔ ساتھیوں کے مختلف سوالات کے تسلی بخش جوابات دئے۔

۱۹ر اگست بروز جمعرات :

حضرت اقدس نے جامع شیرانوالہ گیٹ لاہور میں حسب معمول مجلس ذکر منعقد کرائی اور خطاب بھی فرمایا۔ نماز عشاء کے بعد مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں سے ملاقات کی۔ سلسلہ قادری کے اسباق سن کر مزید اسباق دے کر ان کی تسلی و تشفی فرمائی۔

اسی روز حضرت مولانا صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی دامت برکاتہم العالیہ جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور حضرت شیخ رح کے معتمد ترین ساتھی ہیں حضرت اقدس سے ملاقات کے لئے تشریف لائے وہ تقریباً دس بجے رات جامع مسجد شیرانوالہ میں آ گئے تھے لیکن ادب کی وجہ سے حضرتِ اقدس کو اطلاع کرنا مناسب نہ سمجھا تاکہ حضرت اقدس کے معمولات میں فرق نہ آئے اور چپکے سے ایک کونے میں تشریف فرما ہو گئے۔ حاجی بشیر صاحب کی اچانک نظر پڑ گئی تو وہ انہیں مدرسہ قاسم العلوم میں لے آئے۔ وہاں شاہ ولی اللہ لائبریری میں میاں اجمل قادری صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت اقدس رات بارہ بجے کے قریب مجلس ذکر سے فراغت کے بعد تشریف لائے تو انہیں حضرت صوفی صاحب کی آمد کی خبر ہوئی تو حضرت اقدس فوراً شاہ ولی اللہ لائبریری میں تشریف لے گئے۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے سامنے مجسمۂ ادب بنے ہوئے تھے۔ اور اگر کسی صاحب کو ادب کی مجسم صورت میں دیکھنے کا اشتیاق ہو تو وہ ان لمحات میں ان دونوں بزرگوں کو دیکھ سکتا تھا۔ گوجرانوالہ اور قرب و جوار کے وہ ساتھی جو اس دن مجلس ذکر میں شرکت کے لئے تشریف لائے وہ بھی اس قابل دید منظر کے نظارے میں محو تھے۔ اس پاکیزہ اور بابرکت مجلس کو دیکھ کر اچانک حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا وہ فرمان یاد آ گیا کہ "اللہ والوں کی جوتیوں میں وہ موتی ملتے ہیں جو شہنشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔" حضرت صوفی اقبال مدنی صاحب نے فرمایا کہ مجھے یہاں کی صورتِ حال دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے جب پہلے یہاں آتا تھا تو اس دور میں ذکر چھوٹی مسجد میں ہوا کرتا تھا۔ اب مجلس ذکر بڑی مسجد میں دیکھ کر میری خوشی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ شیرانوالہ کی راتیں دیکھ کر رمضان المبارک کا سماں آنکھوں میں گھومنے لگتا ہے۔ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ آخری عمر میں اس بات پر بہت زور دیا کرتے تھے کہ اکابر اہل اللہ کے خانقاہی نظام کو زیادہ ترقی کرنا چاہئے تھی۔ حضرت شیخ خانقاہی کا زوال اور بربادی دیکھ کر بہت رنجیدہ خاطر اور ملول ہوا کرتے

تھے۔ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ مجھے یہاں آکر یہ سلسلہ دیکھ کر قلبی سکون اور خوشی نصیب ہوئی ہے۔ حضرت صوفی صاحب فرما رہے تھے کہ پورے ہند و پاکستان میں شیرانوالہ ایسی بڑی خانقاہ جہاں سے شریعت و طریقت کی یکساں خدمت ہو رہی ہو دوسرا مرکز میرے علم میں نہیں ہے۔ رات اڑھائی بجے تک یہ بابرکت مجلس چلتی رہی۔ اس مقدس مجلس میں حضرت شیخ کے خلیفہ مجاز الحاج الحافظ جناب صغیر احمد صاحب (مدینہ سٹیشنری مارٹ انارکلی لاہور) بھی موجود تھے۔ دونوں حضرات پورا وقت دوزانو بیٹھے رہے۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے جو ارشادات فرمائے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل تھے۔ حضرت صوفی صاحب سنتے رہے اور ساتھ ساتھ اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بھی موسلا دھار بارش کی طرح جاری تھی۔ پوری ملاقات میں ادب کی وجہ سے حضرت صوفی اقبال صاحب بہت کم بولے۔ وہ مسلسل حضرت اقدس کی گفتگو سننے میں محو بلکہ غرق رہے۔ حضرت اقدس نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ بڑے والہانہ انداز میں کیا۔ حضرت اقدس نے ان دونوں حضرات اور اپنی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جب یہ شعر پڑھا تو سب پر رقت طاری ہو گئی ؎

اے اہل محفل یہ بات کچھ نئی ہے
پروانہ جل رہا ہے اور شمع بجھ گئی ہے

دنیا میں آج تک یہی دیکھا گیا ہے کہ شمع جلتی رہتی ہے اور پروانے قربان ہوتے رہتے ہیں لیکن یہاں معاملہ عجیب ہے کہ شمع سو گئی ہے اور پروانے اس کے سوز و گداز اور فراق میں تڑپ رہے ہیں۔

حضرت اقدس نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا کہ اس دَور میں جتنا فائدہ حضرت شیخ رح کی ذات اقدس سے دنیا کو پہنچا ہے وہ شائد ہی کسی اور سے پہنچا ہو۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب کبھی شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سفر کے دوران سہارنپور سے گذرتے تو حضرت شیخ مولانا زکریا جو حضرت اقدس کے استاد مکرم بھی تھے ہاتھ میں لاٹھی لیتے اور طلباء کو ساتھ لے کر اسٹیشن پہنچ جاتے، ساتھ چائے کی کیتلی اور لالٹین بھی ہوتی ورنہ حضرت مدنی اگر زیادہ وقت ہوتا تانگہ میں سوار ہو کر مظاہر علوم آجاتے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ مجھے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے بہت کچھ ملا اور حقیقت یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے بعد جتنا فیض سہارنپور کی درسگاہ سے دنیا کو پہنچا کسی اور مدرسہ سے نہیں پہنچا۔ حضرت اقدس کی گفتگو اتنی مؤثر اور جاذب توجہ تھی۔ کہ اسی محویت میں تقریباً ساری رات گذر گئی۔ بعد میں حضرت صوفی صاحب فرما رہے تھے کہ میں تو حضرت اقدس کے ارشادات میں اتنا کھو گیا تھا کہ مجھے اپنے اذکار کے سلسلہ میں مشورہ لینا بھی یاد نہ رہا۔ حضرت اقدس نے رات گئے حضرت صوفی صاحب کو رخصت کیا۔ اپنے اور جماعت کے لئے خاص طور سے حرمین شریفین میں دعا کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ صوفی اقبال کا اقبال اور بلند کریں اور ان کی پاکیزہ روحانی تحریروں میں اور برکت و نورانیت نصیب فرمائیں۔ آمین!

۲۰ راگست بروز جمعہ:

حضرت دامت برکاتہم العالیہ نے حسب معمول نماز جمعہ پڑھائی۔ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کی شکایات اور تکالیف سنیں اور ہدایات دیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کوتاہیاں اور لغزشیں معاف فرمائیں۔ اور اپنی بے پایاں رحمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

۲۱ راگست بروز ہفتہ — ملتان سے ہمارے پیر بھائی، مولانا قاری نورالحق قریشی صاحب ایڈووکیٹ تشریف لائے۔ اور بعد مغرب میاں اجمل قادری صاحب سے ملاقات ہوئی اور مختلف امور پہ تبادلہ خیالات ہوا۔

۲۲ راگست بروز اتوار: محترم میاں محمد اجمل صاحب، حضرت صوفی اقبال مدنی صاحب سے تفصیلی انٹرویو کے لئے ان کے بھائی ڈاکٹر اسلم صاحب ہوشیارپوری کی قیام گاہ واقع شام نگر لاہور میں تشریف لے گئے۔ میاں صاحب کے ساتھ مولانا سعیدالرحمان صاحب علوی اور حاجی بشیر احمد صاحب بھی تھے۔ یہ انٹرویو تقریباً چار گھنٹے میں مکمل ہوا۔ حضرت صوفی صاحب نے حضرتِ شیخ کی زندگی پر بڑی بھرپور اور بالتفصیل روشنی ڈالی۔ ان کا یہ قیمتی انٹرویو انشاء اللہ العزیز خدام الدین کے تاریخی اور عظیم الشان حضرت شیخ رح نمبر میں شائع کیا جائے گا۔

۲۳ راگست بروز پیر: ساہیوال سے حضرت مولانا مقبول احمد صاحب کے صاحبزادے جناب حافظ طارق مسعود صاحب تشریف لائے اور میاں صاحب سے ملاقات کر کے مختلف امور پر تبادلہ خیالات کیا۔ بہاولپور میں تبلیغی اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے مختلف شہروں سے لوگ لاہور سے گذرتے ہوئے یہاں شیرانوالہ تشریف لائے۔ انہوں نے میاں محمد اجمل قادری صاحب سے ملاقات کی۔ اور یہ مصروفیت سارا دن جاری رہی۔

تبلیغی جماعت مجدد التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ اسرارھم کی مبارک مساعی باطنی توجہات اور جانکاہ قربانیوں کا ثمر شیریں ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم کو تادیر سلامت رکھیں۔ اور اپنی خصوصی عنائیتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

آج ہر کوئی یہ سوچتا ہے کہ مادیت و نفس پرستی کے اس دَور میں تبلیغی حضرات میں یہ ولولہ اور تبلیغ اسلام کا یہ ذوق شوق کس طرح پیدا ہوا — ادارہ خدام الدین سیدالطائفہ حضرت شیخ الحدیث رح کے حالات، تعلیمات اور اُن کی خدمات کے ضمن میں اس سوال کا مفصل جواب پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے گا۔

اہل قلم حضرات سے تعاون اور دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ اس نیک مقصد میں کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین!

عبیداللہ انور

بقیہ: بناتِ اسلام

کم تھے محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتی تھیں۔ آمدنی سے خرچ کا خانہ ہمیشہ بڑھا ہوا رہتا۔ کیونکہ جو آمدنی ہوتی وہ مستحقین میں تقسیم کر دیتیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ جو کچھ کمایا وہ دوسروں کے حوالے کر دیا اور خود بھوکی رہیں۔ یہ ان کی ایسی عادت تھی جو کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

اولاد و احفاد

ان کی اولاد بھی تھی، لیکن ان میں سے زیادہ افراد اپنے قبیلہ ہی میں رہتے تھے۔ ایک لڑکا ان کے پاس اقامت پذیر تھا۔ پوتے اور نواسے بھی تھے جن کی زیادہ تعداد اسلامی فوج میں تھی ایک پوتا جس کا نام حارث تھا۔ جنگِ یرموک میں شریک تھا۔

وفات

ان کی وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ہوئی۔ ان کا شمار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں ہوتا تھا اہل بیت کی بدرجہ غایت تکریم کرتیں۔ ان کے خلاف کوئی لب کشائی کرتا تو بہت خفگی کا اظہار فرماتیں۔ کہا کرتی تھیں، یہی وہ خاندان ہے جس نے صراط مستقیم کی نشاندہی کی، لوگوں کو توحید کی راہ دکھائی۔ اور اللہ کی عبادت کا درس دیا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم دنیا میں تشریف نہ لاتے اور اللہ انہیں نبوّت و رسالت کا منصب عطا نہ فرماتا تو دنیا کے حالات قطعی مختلف ہوتے۔

مقام وفات میں اختلاف

ان کی وفات کہاں ہوئی؟ اس میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔ ایک روایت کے مطابق مکہ معظمہ میں اور ایک روایت کی رو سے کوفہ میں انتقال کیا۔ یہ بھی منقول ہے کہ آخری عمر میں کوفے چلی گئی تھیں۔ وہاں سے حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ گئی تھیں کہ عرفات کے میدان میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

شہر شہر سے

محترم المقام حضرت مولانا صاحب! زاد اللہ شرفکم العالی

ایک قرارداد ارسال خدمت ہے۔ اپنے مؤقر جریدہ میں اسے جگہ دے کر ممنون کریں۔ (منظور احمد چیبوٹی)

جمعۃ المبارک کا عظیم اجتماع حکومت پاکستان سے پر زور اور شدید احتجاج کرتا ہے کہ قادیانی فرقہ کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کے باوجود حکومت کی افسر شاہی اپنے اداروں میں قادیانیوں کو نہایت لاپرواہی سے مسلم کے نام سے پکار کر کتاب و سنت کے ساتھ شرمناک مذاق اور آئین پاکستان کی دھجیاں بکھیرتی رہتی ہے۔

چنانچہ ۳ راگست بروز منگل رات آٹھ بجے "ذوق آگاہی" ٹی۔وی پروگرام میں سوال ہوا۔

س: اس مسلمان سائنسدان کا نام بتائیں جس نے ۱۹۷۹ء میں نوبل پرائز حاصل کیا؟

ج۔ حاضرین میں سے کسی نے جواب دیا کہ "ڈاکٹر عبدالسلام" تو سائل نے کہا جواب درست ہے۔

حالانکہ ڈاکٹر عبدالسلام معروف کٹر قسم قادیانی ہے جو ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے [illegible] میں ناراض ہو کر پاکستانی شہریت تک چھوڑ گیا تھا۔

قادیانی شرعاً اور قانوناً غیر مسلم کافر ہیں۔ اس قادیانی کافر کو مسلمان کہہ کر نہ صرف کروڑوں مسلمانوں کی دلآزاری کی گئی بلکہ آئین پاکستان کی توہین اور اس سے غداری کرنے کے جرم کا ارتکاب کیا گیا۔

لہٰذا اس پروگرام کے انچارج کو فوری طور پر برطرف کر کے اس کے خلاف آئین پاکستان کی توہین اور غداری کرنے کے جرم میں مقدمہ چلایا جائے۔ بصورت دیگر ملک گیر احتجاج کی ذمہ داری ارباب حکومت پر ہوگی۔

طبی مشورے

حکیم آزاد شیرازی

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں ۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

شدید کھانسی، کالی کھانسی

س : مجھے رمضان المبارک سے ایک ہفتہ پہلے کھانسی شروع ہوئی ۔ جو رمضان میں زیادہ بڑھ گئی ۔ غالباً افطاری کے وقت زیادہ ٹھنڈا پانی پینے سے ۔ کافی علاج کرایا ۔ انگریزی دیسی متعدد دوائیں استعمال کی ہیں لیکن افاقہ نہیں ہو سکا — نیز بچوں کو بھی کالی کھانسی کی شکایت ہے براہِ کرم آسان سادہ اور کامیاب علاج بتائیں ۔

(ممتاز لیاقت ، گوجرہ)

ج : آپ ملٹھی چھیل کر، کوٹ کر باریک کریں اس میں ہموزن چینی پیس کر ملا لیں صبح ، دوپہر شام ایک ایک ماشہ اور رات سوتے وقت ۲ ماشہ تازہ پانی کے ساتھ کھائیں ۔ بچوں کو سہاگہ بریاں ، شہد خالص میں ملا کر چٹائیں نیز چھاتی پر روغن ناریل کی مالش کریں انشاء اللہ صحت ہوگی ۔

تبخیر، بدہضمی، گردوں کی چربی

س : بندہ کی عمر اکیس برس ہے ۔ معدہ میں تبخیر پیدا ہو گئی ہے ۔ کھانا ہضم نہیں ہوتا ۔ کھانے سے تکلیف بڑھ جاتی ہے ہسپتال سے پیشاب ٹسٹ کروایا تو معلوم ہوا کہ گردوں کی چربی خارج ہوتی ہے ۔ دو دو تین دن تک بھوک نہیں لگتی ۔

محمد فاروق قیدی پنجالہ بارک ۲ ڈسٹرکٹ جیل ۔ گوجرانوالہ

ج ۔ آپ صبح دوپہر شام کھانے کے بعد جوارش کمونی اور جوارش زرعونی دونوں ۳ ماشہ کھائیں ۔ قبض ہو تو رات سوتے وقت گلقند ۵ تولہ دودھ کے ساتھ ورنہ ملٹھی تین ماشہ رات سوتے وقت پانی کے ساتھ کھائیں ۔

پیشاب میں ریت، کمر میں درد

س ، مجھے پیشاب ٹسٹ کرانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ریت آ رہی ہے ۔ کمر کے مرکزی حصہ میں ہمیشہ درد اور دونوں طرف کبھی کبھی درد ہوتا ہے ۔ مناسب علاج بتائیں ۔

سید سبط حسن ایم اے ۔ بی ایڈ D/۸۸ ، سٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا

ج ۔ کشتہ حجر الیہود ایک رتی صبح و شام شربت بزوری کے ساتھ پیئیں ۔ انشاء اللہ صحت ہو گی ۔

لیسدار تھوک

س : میرے منہ سے لیسدار تھوک نکلتی ہے جو ہر وقت رہتی ہے ۔ ایک مقامی حکیم صاحب نے کہا معدہ میں گرمی ہے ۔ ایک مہینے کے علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ۔ براہِ کرم کوئی مفید علاج بتائیں ۔

اورنگ زیب ، سحی آٹوز انگل روڈ ، کوئٹہ

ج : آپ کے معدہ میں گرمی نہیں بلکہ سردی ہے ۔ یہی سردی لیسدار تھوک کا سبب ہے آپ دن میں تین مرتبہ مصطگی رومی (اصلی) ایک تا ۲ ماشہ منہ میں رکھ کر چبائیں ۔ انشاء اللہ صحت ہوگی ۔

ٹیلی فون نمبر ۶۳۹۸۴ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۰۴

چوتھا ایڈیشن

زیر طبع ہے

ہدیہ:

قسم اعلیٰ	قسم اوّل	قسم دوم
۱۵۰/- روپے	۱۲۰/- روپے	۸۵/- روپے

حضرت لاہوریؒ کے ترجمہ کے شائقین اور تاجر حضرات ۵ ستمبر کے بعد کسی بھی قسم کا آرڈر ارسال فرمائیں۔ تاجر حضرات بذریعہ خط و کتابت اپنے معاملات طے فرمالیں۔

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور